دیوانِ شہریار:

مکتبِ حافظ

دورِ جدید کے فارسی شعراء میں سید محمد حسین شہریار تبریزی کا نام بھی نہایت احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔
شہریار کی شاعری دراصل غزلیات کی شاعری ہے وہ متقدمین میں سعدی اور سب سے زیادہ حافظ سے متاثر ہیں۔
شہریار کی یہ نظم گیارہ اشعار پر مشتمل ہے اور بطورِ پر بیان اور اندازِ بیان دونوں ہی لحاظ سے اس بات کا واضح دلیل ہے کہ شہریار کس حد تک "مکتبِ حافظ" سے متاثر تھے۔ یوں تو شہریار کی یہ پوری نظم غنائیت سے بھرپور ہے۔ شاعر کا محبوب یا اس کا مخاطب اس سے جدا ہو چکا ہے اور اس کے پاس صرف یادوں کا سرمایہ باقی رہ گیا ہے۔ لہذا وہ اس تصور اور ان کے یادوں کے بارے میں بھی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے جن کی بدولت تھوڑی دیر کے لئے اسکو اپنے محبوب سے قریب ہونے کا موقع ملتا ہے اور تصور یا پرانی یادیں ہی ہیں جو کچھ دیر کے لئے شاعر کے سامنے اس کے محبوب کا سراپا پیش کر دیتی ہیں۔ اس کے بعد شعر وہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ وہ ان حسین تصورات کی ملاقات کو طویل اور دائمی بنا دے تاکہ اس کا گم شدہ محبوب بار بار چشمِ تصور میں اس کی نگاہوں کے سامنے آتا رہے۔ مطلع میں شاعر کہتا ہے کہ اسکی ہر ادا اپنی مثال آپ ہے اور کوئی دوسرا میرے اس بچھڑے ہوئے محبوب کی شرارتوں اور اداؤں

کا مقابلہ نہیں کرسکتا ۔ شاعر قناعت پسند ہے اور محض محبوب کے تصوراتی جلووں کے سہارے بھی زندگی گذار سکتا ہے۔ چنانچہ اگلے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میں یہ مطالبہ نہیں کرتا ہوں کہ میرا محبوب ہر وقت اور ہمیشہ میرے پاس رہے اور اپنی پسندیدہ منزلوں کو چھوڑ دے بلکہ میرا تو اس سے فقط اتنا ہی مطالبہ ہے کہ کسی فقیر یا کسی بادشاہ کی طرح کبھی وہ یہاں رہے اور کبھی وہاں۔ شاعر کہتا ہے کہ میری قناعت پسندی اپنی جگہ لیکن دوسری طرف میرے تعلق اور اندرونی جذبات اور قربت کا یہ حال ہے کہ اور خود اس محبوب کے حسن جمال کی یہ انتہا بھی ہے کہ جس رات وہ میرے پاس تھا تو میں نے محسوس کیا تو مجھے یہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کس وقت چاند نکلا اور کس وقت سورج طلوع ہوا۔ اس بات سے شاعر نے یہ احساس دلایا ہے کہ جب کسی کے پاس اس کا محبوب ہوتا ہے تو اسے وقت کے گذرنے کا احساس ہی باقی نہیں رہتا ہے۔ محبوب سے ہم آغوشی گذرتے ہوئے لمحات کا احساس فطری طور پر مٹا دیتی ہے ۔ لیکن اسی مقام پر شاعر کو توفیق ایزدی نے بتایا کہ وہ حرص و ہوس اور خودغرضی کا شکار ہوتا جا رہا ہے اس لیے شاعر کہتا ہے کہ

~~توئی آں سفر~~

توئی آں نو سفر سالک کہ ہر شب شاہد توفیق:

چراغت پیش پا دارد کہ راہ اینجا کہ و چاہ اینجا

یعنی عشق و محبت کی راہ پر اللہ کی طرف سے ہدایت اور توفیق تری رہبر وہ تجربات و مشاہدات کی صورت میں بتا دیتا ہے کہ کامیابی کی راہ کون سی ہے اور کس راستے پر خطرناک گڑھے ہیں، یہ عشق کا تقاضا ہے جو آدمی کو ہر ہر قدم پر بچ بچ کر چلنا سکھاتا ہے ورنہ راہ عشق کا نیا مسافر خطرات سے اپنا دامن نہیں بچا سکتا وہ لامحالہ حرص و ہوس کا شکار ہو جاتا ہے۔

ہم کہ اس اشعار میں شاعر نے ایک پیغام کے طور پر بتایا ہے کہ

عشق و محبت کا گوہر چاہے بادشاہ کے محلات یا فقیروں کی جھونپڑیاں۔ انسان کبھی کہیں اور کبھی کسی حال میں رہے بہرکیف اسے اپنے محبوب کی خوشنودی اور اس کی محبت کا طالب ہونا چاہئے۔ اور ہمیشہ انصاف سے کام لیتے ہوئے کسی کا دل نہیں دکھانا چاہئے۔ اور دلوں سے کدورت کو مٹا دینا چاہئے۔ تب ہی "شاہد توفیق" کے آئینے میں عشق کی صحیح تصویر دیکھ سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ شہریار نے اس غزل میں واردات قلبی کا اظہار کرتے ہوئے پہلے تو محبوب کے تصور کا شکر ادا کیا ہے اس کے بعد راہ عشق کی مختلف کیفیات اور اس کے مختلف احساسات کی خوبصورت ترجمانی کرتے ہوئے وصل پرستی دل شکنی اور کدورت سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور پھر مقطع میں "مکتبِ حافظ" کی عظمت اور اس سے قلبی لگاؤ کا اظہار کیا ہے۔ الغرض کہ نظریہ عشق اصول محبت اور اسلوب شاعری کی وضاحت ہر جہتوں سے "مکتبِ حافظ" شہریار کی ایک اہم نظم ہے۔

Scanned with CamScanner